OPEN ACCESS
Hazara Islamicus
ISSN (Oline): 2410-8065
ISSN (Print):2305-3283
www.hazaraislamicus.hu.edu.pk

Hazara Islamicus, Vol.:8, Issue: 1,
Jan-Jun 2019 PP:41-58

برصغیر کے غیر مسلم سیرت نگاروں کا ناقدانہ جائزہ

Critical analysis of Hindu and Sikh writers of Seerat

Scan for Download

Dr.Sanaullah
Associate Professor, Department of Quran & Tafseer, Faculty of Arabic & Islamic Studies, AIOU Islamabad

Dr. Saleem-ur-Rahman
Associate Professor, Department of Islamic theology, Islamia Collage Peshawar

Abstract

The Prophet of Islam (SAW) had been the most effective personality in history who left deep and ever lasting impact on the world history. That is why since the emergence of Islam till date, people have been writing on Seerat and this process has never been discontinued. Lovers, enemies, partial and impartial writers wrote on the Seerat of prophet Muhammad (SAW). Muslims and non-Muslims selected this topic for discussion. Besides orientalists, Hindus and Sikhs of sub-continent also raised their pen and composed books, essays and articles on this topic. In this regard the contribution of Muslims is research based because Seerat remains the topic of discussion among research scholars while the work of non-Muslims is not that much research oriented.

The work of orientalists regarding Seerat has been critically analyzed from time to time while that of Hindus and Sikh writers of sub-continent still needs to be critically examined. An effort has been made in the given article to minimize this deficiency.

قرآن کریم، احادیث نبویہ اور سیرت خاتم الانبیاء ﷺ وہ تین سر چشمے ہیں۔ جن سے اسلام کے شجرہ طیبہ کی مسلسل آبیاری ہو رہی ہے اور جب تک قوت وطاقت کے یہ تین سر چشمے موجود ہیں اسلام کے مضبوط درخت کو نہ تو زمین بوس کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کی ٹھنڈی چھاؤں اور لذیذ ثمرات سے انسانیت کو محروم کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آغاز اسلام سے عصر حاضر

CC BY

تک ان پر مسلسل لکھا جارہا ہے اور یہ تسلسل لمحہ موجود تک منقطع نہیں ہوا ہے۔ خاتم الانبیاء ﷺ کی سیرت ہی ان سر چشموں کا مجمع البحرین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیرت کا مطالعہ مختلف لوگوں نے مختلف پہلوؤں سے کیا۔ کسی نے اسے نمونہ عمل بنانے کے لیے ، کسی نے اس سے ہدایت پانے کے لیے، کسی نے اس پر تنقید یا تنقیص کے لیے اور کسی نے کسی حد تک غیر جانبداری کے ساتھ موضوع بحث رہا۔ اور مسلم و غیر مسلم سیرت نگاری کا سلسلہ ہنوز جاری ہے اور مختلف اسالیب اور مضامین پر مشتمل کتابیں ضبط تحریر میں آگئی ہیں اور آ رہی ہیں۔

ان غیر مسلم سیرت نگاروں میں برصغیر کے سکھ اور ہندو سیرت نگاروں نے بھی حصہ لیا۔ ان کی منظوم اور منثور کتابیں منصہ شہود پر نمودار ہوئیں۔ ان میں جہاں سکھ اور ہندو حضرات کی جانب سے بانیان مذاہب کے بارے میں لکھی گئیں کتابوں میں آنحضرت ﷺ کا تذکرہ عقیدت واحترام سے کیا گیا۔ وہاں دین اسلام، اسلامی تہذیب اور اسلامی تاریخ سے متعلق کتابوں میں آپ ﷺ کی ذات کو موضوع تحریر بنایا گیا۔ یہاں تک کہ بعض حضرات نے مستقل کتابیں بھی مرتب کیں۔ علاوہ ازیں ہندو سکھ اہل علم نے عقیدت مندانہ مقالات و مضامین لکھے اور مختلف مواقع پر کئی گئی تقریروں میں بھی ان حضرات نے سرور کائنات ﷺ کو خراج تحسین پیش کیا۔

سیرت طیبہ سے متعلق مسلم سیرت نگاروں کی تحریریں عموماً محققین کی تحقیق کا موضوع بنتی رہی ہیں اس کے برعکس غیر مسلم سیرت نگاری پر زیادہ توجہ نہیں دی گئے۔ اگرچہ سیرت سے متعلق مستشرقین کی مرتب کردہ کتب پر وقتاً فوقتاً تحقیقی کام ہوا ہے۔ لیکن برصغیر کے ہندو اور سکھ سیرت نگاروں پر تحقیقی اور تنقیدی کام نہ ہونے کے مترادف ہے۔ اس علمی خلا کو پر کرنے کے لیے زیر نظر مقالہ مرتب کیا گیا ہے۔

مسلم اور غیر مسلم سیرت نگاروں کے منہج میں بنیادی فرق:

سیرت طیبہ نے خالص اسلامی عقائد، صالح نظام عمل اور بلند انسانی کردار کے اثر و نفوذ میں اساسی اور تاریخی کردار ادا کیا ہے۔ چنانچہ سیرت نگاری کے میدان میں مسلم سیرت نگاروں نے محض سیرت النبی کی تصنیف و تالیف پر زور نہیں دیا۔ اور نہ خالص سوانح عمری کے انداز میں مضامین اور واقعات سیرت کو جمع کیا۔ آپ ﷺ کی ذات مقدمہ سے جذباتی وابستگی کے باوجود اس بات کا لحاظ کیا کہ جو کچھ لکھا جائے مستند مآخذ سے لکھا جائے۔ مسلمانوں نے اپنے پیغمبر کے حالات زندگی اکٹھے کرنے کے سلسلے میں انتہائی احتیاط سے کام لیا۔ بلا افراط و تفریط اور بغیر کسی مبالغہ آمیزی کے آپ ﷺ کے اقوال، افعال اور احوال کی حفاظت کے لئے "اسمائے الرجال" جیسے عظیم الشان فن کی بنیاد ڈالی۔ جس کی بدولت آج صرف سینکڑوں نہیں ہزاروں افراد کی مستند حالات زندگی صرف اس وجہ سے معلوم ہو سکتی ہیں کہ سیرت نبوی ﷺ سے کسی نہ کسی حوالے سے ان کا تعلق رہا۔ علم روایت اور علم الاسناد جو کہ خالص مسلمانوں کا کارنامہ ہے یہ بھی درحقیقت فن سیرت نگاری کا ایک پہلو ہے۔ مختصر یہ کہ مسلمانوں نے صحت مآخذ کے حوالے سے فن سیرت کو پروان چڑھایا۔ تصنیف و تالیف میں باوثوق مآخذ کے لحاظ سے فن سیرت کا بلند پایہ اور ناقابل تردید معیار قائم کیا۔ اور سیرت نگاری میں مآخذ سیرت کو بنیادی حیثیت دی۔ اس کے برعکس غیر مسلم سیرت نگاروں کا آپ ﷺ کے ساتھ تعلق کا مدار عقیدت، محبت، غیر جانبدارانہ یا معاندانہ کوئی بھی ہو، بحیثیت مجموعی ان کا اسلوب نگارش سوانح عمری کے اسلوب سے آگے نہ بڑھ سکا۔ کہیں دانستہ اور کہیں نادانستہ طور پر مقام سیرت سے ناواقفیت نے خاتم النبین اور ان کے درمیان ایسے دبیز پردے حائل کیے رکھے جن کی وجہ سے خالص علمی، مستند تاریخی اور معروضی تحقیقی علمی کام سامنے نہ

آ سکا۔ سیرت نگاری کا یہ اسلوب عام غیر مسلم سیرت نگاروں کے ہاں پایا جاتا ہے۔ جبکہ ذرا مستحکم شکل میں ہندو وسکھ اہل قلم کے ہاں بھی دکھائی دیتا ہے۔ مآخذ سیرت کے حوالہ سے جب ہم ان حضرات کی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں ان میں بعض ایسے امور نمایاں ہو کر سامنے آجاتے ہیں جن سے یہ معلوم کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی کہ ان سیرت نگاروں نے اسلام یا سیرت النبی ﷺ کی اساسی کتب کا مطالعہ نہیں کیا۔ اور انہ ان حضرات نے سیرت نگاری میں مستند علمی معیار کا لحاظ رکھا۔ بلکہ اپنے تیئں آپ ﷺ سے اپنے تعلق (خواہ عقیدت مندانہ ہو، مخاصمانہ یا غیر جانبدارانہ ہو) کے اظہار کے لیے کتاب، مقالہ یا مضمون سپرد قلم کیا۔ اس بنیادی رجحان کے علاوہ چند دیگر اسباب نے اسے مزید پختہ کیا۔ جن کی بناپر بالعموم غیر مسلم اور بالخصوص ھندو وسکھ سیرت نگاروں کے سیرت نگاری کا جو اسلوب نگارش قائم ہوا۔ آنے والے سطور میں ھندو اور سکھ سیرت نگاروں کی کتب کے مآخذ اور مناہج کا ناقدانہ جائزہ پیش کیا جائے گا۔ اصل مصادر تک رسائی کا فقدان اور حوالہ جات میں سنگین غلطیاں ہندو اور سکھ اہل قلم نے سیرت سے متعلق جو کتب مرتب کی ہیں۔ ان میں جو چیز سب سے زیادہ محسوس کی جاسکتی ہے وہ ان حضرات کی سیرت کے بنیادی مصادر اور مآخذ تک رسائی کا فقدان یا لاعلمی ہے۔ ان کی کتب سیرت میں روایات واقعات اکثر وبیشتر وہی ہوتے ہیں جو مستند کتب سیرت میں پائے جاتے ہیں لیکن ان غیر مسلم سیرت نگاروں میں سے کسی نے بھی ان امہات کتب سیرت کا نہ تو حوالہ دیا ہے اور نہ ہی ان کتب کا تذکرہ کیا ہے۔ بیشتر واقعات تو بغیر حوالہ جات کے لکھے گئے ہیں اور جہاں کہیں حوالہ جات دیئے بھی گئے ہیں تو وہ ثانوی مآخذ سے دیئے گئے ہیں۔ اصلی مصادر یکسر نظر انداز کیے گئے ہیں۔ سوامی لکشمن پرشاد جس نے سیرت طیبہ پر "عرب کا چاند" کے نام سے کتاب لکھی اس میں "روضۃ الاحباب" سے حوالہ جات دیئے گئے ہیں۔[1]

پنڈت سندر لال نے اپنی کتاب "حضرت محمد ﷺ اور اسلام" میں اگرچہ مشہور مسلمان سیرت نگار محمد بن اسحاق واقدی سے ایک روایت نقل کی ہے لیکن یہ روایت بھی براہ راست امام واقدی کی دستیاب کتاب سے نہیں بلکہ مشہور مستشرق ولیم میور کی کتاب "لائف آف محمد" سے لی ہے۔ حوالہ بھی اسی کتاب کا دیا ہے۔[2] اور اس پر مستزاد یہ کہ آپ کا معروف مشہور نام "واقدی" کے بجائے وقیدی لکھا ہے۔[3] اصول تحقیق کے لحاظ سے غلطیوں کی چند مثالیں:

حامل قرآن آنخضرت ﷺ کی سیرت کو سمجھنے کا اولین مصدر خود قرآن مجید ہے۔ اس لئے کہ سیرت در حقیقت قرآن مجید کی عملی شکل ہے کہ جو قرآن نے کہا وہ آپ ﷺ نے کیا اور جو آپ ﷺ نے کہا وہ در حقیقت قرآن کا کہا ہوتا ہے۔ ایسے ہی آنحضرت ﷺ کے ارشادات وفرامین اور آپ ﷺ کے عملی زندگی وکردار باہمی لازم وملزوم اور ایک دوسرے کی حقیقت کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ چنانچہ سیرت نگاری میں مصادر کی حیثیت سے قرآن وحدیث اساسی درجہ رکھتے ہیں اور وہ سیرت مستند قرار پاتی ہے جو ان دو قابل اعتماد ذرائع سے مرتب کی گئی ہو۔ لیکن اس معیار پر جب ہم برصغیر کا غیر اسلامی ذخیرہ پڑھتے ہیں تو اس حوالہ سے چشم پوشی اور بے احتیاطی پائی جاتی ہے۔ ان کتب سیرت میں قرآن مجید اور احادیث کے حوالے اگرچہ ملتے ہیں لیکن نامکمل اور تشنہ۔ بعض سیرت نگاروں نے قرآن کے عربی متن کے بجائے اردو یا انگریزی ترجمہ دینے پر اکتفا کیا ہے۔[4] بعض نے محض سورتوں کے نام بتائے ہیں۔ آیات کا تعین یہ نمبر کا اندراج نہیں کیا ہے۔[5] احادیث کو بھی استعمال میں لایا گیا ہے لیکن ان محض اُردو اور انگریزی ترجمہ کو نقل کیا گیا ہے ان احادیث کے مکمل حوالہ جات نہیں دیئے گئے محض کتابوں کے ناموں پر اکتفا کیا گیا ہے۔[6] جبکہ کچھ لوگوں نے یہ بھی التزام نہیں کیا[7] بیشتر کتب میں ایسے الفاظ عام ملتے ہیں۔ "تاریخ کے

کتابوں میں لکھا ہے"، "مسلمانوں کی کتابوں میں لکھا ہے"، "مسلمان مؤرخ بتاتے ہیں"[8]، "مسلمانان عالم کا عقیدہ ہے"[9]، "کتب سیر میں لکھا ہے"[10]، "ایک مورخ نے لکھا ہے"[11] وغیرہ کسی سیرت نگار نے ان اسلامی کتابوں اور مؤرخین کی وضاحت نہیں کی۔ سیرت کے اسلامی مآخذ سے لاعلمی کی وجہ شاید اہل ہند کا عربی زبان سے ناواقف ہونا ہے اس لیے انہوں نے ثانوی وسائل و ذرائع پر اکتفا کیا۔

مغربی مصنفین سے استفادہ:

اہل ہنود کی کتبِ سیرت کا سب سے بڑا ماخذ مغربی مصنیفین کی کتب سیرت ہیں شردھے پرکاش دیوجی سے لیکر رامیش راوتنک تمام لوگوں نے مغربی مصنفین کی کتب سیرت سے بھرپور اخذ واستفادہ کیا ہے اگرچہ کچھ سیرت نگاروں نے اس کا اظہار نہیں کیا لیکن بعض نے نہ صرف اعتراف کیا ہے بلکہ جابجا ان کتابوں کے حوالہ جات بھی دیئے ہیں۔

رائے بہادر لالہ پارس داس لکھتے ہیں:

"حضرت پیغمبر اسلام ﷺ کے متعلق آپ صاحبان جو کچھ جانتے ہیں میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں جانتا اور اس لیے مشکل ہے کہ میں آپ کے سامنے کوئی بات پیش کروں یا آپ کی معلومات میں کچھ اضافہ کروں حضرت محمد ﷺ کے متعلق میں جو کچھ واقفیت رکھتا ہوں اس کا بیشتر حصہ آپ صاحبان کی تصانیف پر اور کچھ اہل مذاہب کی منصفانہ تحریروں پر مبنی ہے"۔[12]

سوامی لکشمن پرشاد کی کتابِ" عرب کا چاند" میں ولیم میور اور کارلائل کے[13] حوالے ملتے ہیں اس کے علاوہ شاعر درڈزورتھ[14] کے اشعار بھی شامل ہیں۔۔ حضرت محمد ﷺ اور اسلام" از پنڈت سندر لال تمام تر مغربی مصنفین کے اقتباسات سے بھری ہوئی ہے" "محمد دی پرافٹ آف اسلام "رائے بہادر کی نعت اور دیگر کتب میں ایسی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ مستشرقین کی کتبِ سیرت کے زیر اثر اہل ہنود کی کتبِ سیرت میں بھی ایسے رجحانات ومیلانات دانستہ طور پر یا غیر دانستہ طور پر پائی جاتی ہیں۔ جن کی وجہ سے ان کتابوں میں چند ایسے واقعات ملتے ہیں جن کا کتب سیرت میں کوئی ذکر نہیں۔ صلیبی اثرات کی وجہ سے مستشرقین کا حاصل مطالعہ اور نتیجہ فکر کا اعتدال سے ہٹنا لازمی تھا۔ ان کی سیرت نگاری میں بلاثبوت شبہات اور بلاوجہ شکوک درآئے تھے۔ مخصوص مقاصد کے لئے موضوع اور ضعیف روایات پر اعتماد اور مشہور اور مسند روایات پر تنقید یا اپنی عقل سے نتائج کا استنباط اور اپنی مفروضہ خیالات کی تقویت کے لئے رطب ویابس ہر قسم روایات نے سیرت طیبہ کے صحیح تصور کو دبیز پردے ڈالے تھے۔ چنانچہ ان کتب پر اعتماد نے اہل ہند کی مرتب کردہ کتب سیرت کو افراط وتفریط کا نمونہ بنایا۔

مستشرقین کی کتب کو بنیاد بنانے کی دیگر وجوہات کے علاوہ ایک اہم وجہ یہ تھی کہ یہ کتابیں انگریزی زبان میں تھیں اور برصغیر کے غیر مسلم سیرت نگار اس زبان کسے زیادہ واقف تھے۔ کیونکہ انگریزی اس وقت غالب حکمرانوں اور ان کے آقاؤں کی زبان تھی جبکہ دوسری طرف عربی زبان سے بغض یا ناواقفیت ناآشنائی کی وجہ سے امھات سیرت تک ان کے لیے رسائی اگرچہ ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھی۔ اس لئے ان حضرات نے مستشرقین کی کتب سیرت کی طرف رجوع کیا اور ان سے کم یا زیادہ استفادہ کیا۔

ہندو اور سکھ اہل قم کی مرتب کردہ کتب سیرت میں مستشرقین کی جن کتب سے استفادہ کیا گیا ان میں سے کچھ قابل ذکر

درج ذیل ہیں:

کتب مستشرقین جن سے برصغیر کے غیر مسلم سیرت نگاروں نے استفادہ کیا:

۱۔ این اپالوجی فار محمد ﷺ اینڈ قرآن، جون ڈیون پورٹ (لندن ۱۸۶۹)	*(An apology for Mohammed and the Koran: John Daven port, London,1869)*
۲۔ محمد اینڈ محمد ازم، باسور تھ سمتھ، (لندن ۱۸۷۴)	*(Mohammed and Mohammedanism: Smith, R. Boswoth, London 1874)*
۳۔ محمد ﷺ اینڈ دی رائز آف اسلام، مارگولیتھ، (۱۹۰۵)	*(Mohammed and the rise of Islam: Margoliouth,D.S, 1905)*
۴۔ لائف آف محمد ﷺ ، ولیم میور، (لندن ۱۹۰۶)	*(The life of Mohammad: William Muir, London,1906)*
۵۔ میکنگ آف ہیومینٹی، رابرٹ بریفالٹ، (لندن ۱۹۱۹)	*(The making of Humanity: Briffault, Robert. London,1919)*
۶۔ ہسٹری آف انٹیلکچول ڈویلپمنٹ، جے ڈبلیو در پئر، (لندن ۱۹۲۷)	*(History of intellectual development, J W Darpiar, London, 1927)*
۷۔ اسلام مورل اینڈ سپر چول ویلیو، اے جی لیونارڈ (لندن ۱۹۲۷)	*(Islam, her moral and spiritual value: Major A.G Leonard, London,1927)*
۸۔ دی میسنجر، آر وی سی بوڈلے (لندن ۱۹۴۶ء)	*(The Messenger, Bodley R.V.C, London,1946)*
۹۔ محمڈن ازم۔ آ ہسٹوریکل سروے، ہملٹن گب (آکسفورڈ ۱۹۵۰)	*(Muhammadanism an historical survey: H.A.R Gibb. Oxford, 1950)*
۱۰۔ دی پرافٹ آف اسلام، سٹین لین پول (۱۹۵۳ء)	*(The Prophet of Islam, Steen leven pool, 1953)*
۱۱۔ ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ، ٹامس کارلائل (لندن ۱۹۵۶ء)	*(Heroes and Hero worship: Carlyle, Thomas, 1956)*
۱۲۔ محمد ﷺ ، میکسم روڈنسن (پیرس ۱۹۵۷ء)	*(Muhammad: Maxime rodinson, Pairs, 1957)*
۱۳۔ پریچنگ آف اسلام، ٹی ڈبلیو آرنلڈ (لندن ۱۹۶۱)	*(The preaching of Islam : T.W Arnold, London, 1961)*
۱۴۔ اسلام، ہر مورل سپرٹ، میجر آرتھر گلین	*(Islam her Moral Spirit: Major Arthur Galeen)*
۱۵۔ کرسچنیٹی اینڈ اسلام، آر ڈبلیو سٹیفن	*(Christianity and Islam: R.W Stepen)*
۱۶۔ میڈیول کیمبرج ہسٹری، پروفیسر بیون	*(Module Cambridge History, Professor Beone)*
۱۷۔ ہسٹری آف اسلام، آرتھر یورپ	*(History of Islam: Arthur Europe)*

مندرجہ بالا کتب سے واقعات سیرت میں مدد لی گئی ہے جبکہ قرآنی حوالہ جات کے لیے بھی انہی لوگوں کے تراجم وغیرہ پر انحصار کیا گیا ہے۔ مثلاً پنڈت سند رلال نے قرآنی حوالہ جات کے لیے مولوی محمد علی[15] احمدی اور ابوالفضل کے انگیزی تراجم قرآن کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب استعمال کی ہیں:

۱۔ دی قرآن ود آپیلیمیزی ڈسکورس، جارج سیل	*The Quran with Preliminary discourse: George sale*
۲۔ سلیکشن فرام دی قرآن، ای ڈبلیو لین	*Selection from the Quran: E W lean*
۳۔ دی قرآن، جے ایم روڈویل	*The Kuran, J M Rodwell*
۴۔ دی قرآن، ای ایچ پامر	*The Koran(Qur'an): E.H. Palmer*

مسلم سیرت نگاروں کی کتابوں سے استفادہ

ہندوؤں اور سکھوں کی کتب سیرت کے ماٰخذ میں مسلمانوں کی طرف سے لکھی گئی جو کتب شامل ہیں ان میں " روضتہ الاحباب " "سپرٹ آف اسلام" " از سید امیر علی ، "لاف آف محمد ﷺ " از مرزاابوالفضل "ترجمان القرآن" ازابوالکلام آزاد"سرور عالم" از محمد مسلم " اصح السیر" از حکیم عبدالبرکات، سیرت النبی از شبلی نعمانی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ان کے علاوہ بعض کتب میں " مسدس حالی" اور" گلستانی "سعدی وغیرہ سے عربی و فارسی اشعار بھی لئے گئے ہیں۔جن تاریخی کتب میں آپ ﷺ کی سیرت مختصراً بیان کی گئی ہے ان کتب کی بنیاد یا تو مستشرقین کی کتب ہیں یا پھر ہندو مؤرخین کی کتابوں انگریزسے استفادہ کیا گیا ہے۔

پیش رو ہندو اور سکھ مصنفین سے استفادہ:

مغربی مصنفین کی کتبِ سیرت کے علاوہ بعد میں آنے والے ہندو۔سکھ سیرت نگار اپنے پیشرو مصنفین سے بغیر حوالہ استفادہ کرتے نظر آتے ہیں۔ان تمام کتابوں میں اپنے موضوعات اور انداز کے حوالے سے بہت یکسانیت پائی جاتی ہے متاخر کتب سیرت کو اگر دیکھیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے۔کہ پہلی کتب سیرت کو سامنے رکھ کر ترتیب دیا گیا ہے اور الفاظ کے ردوبدل کے ساتھ اسی مفہوم کو ادا کیا گیا یہ دعویٰ اگر چہ تمام کتابوں کے بارے میں نہیں کیا جاسکتا۔مثلاً بابو کنج لال دلوالی کی کتاب "حضرت محمد ﷺ اور اسلام" اپنے موضوعات اور انداز کے حوالے سے بہت مختلف ہے۔پنڈت سندر لال کی "حضرت محمد ﷺ اور اسلام "اپنی زبان اور اسلوب کے حوالے سے الگ حیثیت رکھتی ہے۔بی کے نارائن کی کتاب "محمد دی پرافٹ آف اسلام "اپنی جامعیت منفرد انداز اور جزئیات تک کی تفصیلات کے حوالے سے مختلف ہے یہی بات سوامی لکشمن پرشاد کی کتاب "عرب کا چاند" کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے لیکن اس کے باوجود یہ کہا جاسکتا ہے کہ اکثر کتب میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ڈاکٹر انور محمود خالد نے اسی چیز کے پیش نظر پروفیسر گوردت سنگھ دارا پر شردھے پرکاش دیو کا خوشہ چین ہونے کا الزام رکھا ہے [16] کیونکہ دونوں کتابوں میں بہت زیادہ یکسانیت ہے۔مختلف کتابوں سے چند مثالیں بطور نمونہ نقل کی جاتی ہیں۔آپ ﷺ کی پیدائش کے متعلق شردھے پرکاش دیو کا بیان ملاحظہ ہو۔

"عبداللہ بن عبدالمطلب نے ۲۴ برس کی عمر میں آمنہ بنتِ وہب سے شادی کی اور ابھی آمنہؓ کا نخلِ مراد سرسبز نہ ہوا تھا کہ عبداللہ کو سفر شام میں ایک قافلہ تجارت کے ساتھ جانے کا اتفاق ہوا اور واپسی کے وقت بیمار ہو کر مدینہ میں راہ بقا اختیار کی اس زمانہ میں جب کہ واقعہ فیل کو ۵۴روز ہوئے تھے کہ ۱۲ ربیع الاول مطابق ۲۹ اگست ۵۷۰ء کو حضرت محمد ﷺ پیدا ہوئے" [17] اب گوبندرام سیٹھی کا بیان دیکھئے:

"حضرت محمد ﷺ کے والد بزرگوار حضرت عبداللہ نے ۲۴ برس کی عمر میں شادی کی اور ابھی حضرت محمد ﷺ پیدا نہیں ہوئے تھے کہ وہ بغرض تجارت ملک شام کو روانہ ہوئے لیکن مدینہ ہی میں قضا کر گئے حضرت محمد ﷺ ۱۲ ربیع الاول مطابق ۲۹اگست ۵۷۰ء دشنبہ کے دن بوقت صبح پیدا ہوئے"۔ [18]

عبداللہ بن ابی کے بارے میں شردھے پرکاش کچھ یوں لکھتے ہیں:

"اس وقت مدنیہ میں ایک بارسوخ شخص عبداللہ بن ابی تھا اس کو مدت سے اُمید تھی کہ مدینہ کا بادشاہ یا سردار مقرر کیا

جاؤں گا مگر جب اس نے دیکھا کہ پبلک کا رجوع محمد ﷺ صاحب کی طرف ہے تو وہ ان کا مخالف ہو گیا اور قریش مکہ سے خط وکتابت کرنے اور اہل اسلام کی ہر ایک کارروائی کی خبر انہیں پہنچانے لگا۔جب قریش کو معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے پاؤں جمتے جاتے ہیں تو وہ بہت گھبرائے۔مگر عبداللہ نے انہیں یقین دلایا کہ تم مدینہ پر چڑھائی کرو گے تو یہود ضرور تمہارا ساتھ دیں گے۔[19]

اب دارا صاحب کا بیان ملاحظہ ہو :

''ایک شخص ابن ابی مدینہ کا باشندہ جو شوق شاہی دماغ میں رکھتا تھا۔اس کا خیال تھا کہ مدینہ والوں کا بادشاہ بن جائے گا اس نے اپنے ایک تاج بھی تیار کرالیا تھا مگر آپ ﷺ کے تشریف آواری سے یہ تاج دھرارہ گیا آپ ﷺ کے اقبال اور روز افزوں جلال کا حاسد ہو گیا مکے والے تو پہلے ہی آپ ﷺ کے پہلے دشمن تھے۔دشمن کا دشمن تو دوست ہوا کرتا ہے۔اس نے ان گانٹھ لی اور اندر اندر ساز باز کرتا رہا اور جاسوس بن بیٹھا۔مکہ والوں اس نے عہد پیمان کر لیا کہ اگر تم مدینہ پر حملہ آور ہو گئے تو میں تم کو ہر طرح کی امداد دوں گا اور مکہ والوں نے یہ اقرار کیا کہ ہم مدینہ فتح ہو جانے پر تم کو حاکم بنائیں گے۔''

ایک اور مثال ملاخط ہو شردھے پرکاش آپ ﷺ کی رعب الہی ک تذکرہ ہوئے لکھتے ہیں :

ان تمام واقعات کے ساتھ ساتھ ہی محمد ﷺ صاحب کا دل اپنے ملک کو تاریکی اور جہالت میں ڈوبا ہوا دیکھ کر کڑھتا اور دکھتا تھا۔وہ بت پرستی کو دیکھ کر بہت گھبراتے تھے۔عورتوں کے حالِ زار اور معصوم لڑکیوں کو زندہ درگور ہوتے ہوئے دیکھ کر ان کا جگر پاش پاش ہوتا تھا۔مگر کچھ نہ کرسکتے تھے۔ایسے واقعات سے وہ گھبرا کر اکثر تنہائی میں رہتے اور ان کے رفعیہ کی تدبیریں سوچتے رہتے تھے۔ان کا معمول تھا کہ ہر سال رمضان کا مہینہ غار حرا میں رہ کر خدا کی یاد میں بسر کرتے اور جو کوئی بھولا بھٹکا۔خدا سے ہمیشہ یہ دعا مانگتے کہ کسی طرح ان کا ملک چاہ جہالت سے نکلے وہ خدا کی درگاہ میں سربہ سجود روتے آخر کار کلام الہی کا چشمہ ان کے دل میں پھوٹا اور نورِ خداوندی چمکا اور ان کو یقین ہو گیا کہ بس خدا نے مجھ کو اسی مطلب کے واسطے پیدا کیا ہے۔کہ میں اپنے ملک سے اس جہالت کو دور کروں گا ان کو اس بات کا بھی یقین ہو گیا کہ جب انسان بہت گناہ کرتے ہیں اور دین حق کو چھوڑ دیتے ہیں تو خدا ان کو راہ راست پر لانے کے لیے ایک نہ ایک شخص کو پیدا کر دیتا ہے چناچہ اب اس یہ بار امانت میرے سر پر ڈالا ہے''۔[20]

اب لالہ مہر چند صاحب لدھیانہ کا اسی موضوع پر بیان دیکھیں۔

''بانی اسلام کا دل اپنے ملک کو تاریکی اور جہالت میں ڈوبا دیکھ کر بہت کڑھتا اور دکھتا تھا وہ بت پرستی کو دیکھ کر بہت گھبراتے عورتوں کا حالِ زار اور معصوم لڑکیوں کو زندہ درگور ہوتے دیکھ کر بانی اسلام کا جگر پاش پاش ہوتا تھا۔اکثر وقت دنیا کا خیال چھوڑ کر اکیلے بیٹھ جاتے اور ملک کی خرابیوں اور شرک کی کثرت کے دفعیہ کی تدبیریں سوچتے رہتے تھے۔رفتہ رفتہ آپ ﷺ کا دستور ہو گیا کہ کچھ دنوں کا کھانا لیکر ایک پہاڑی کی غار میں جا بیٹھتے تھے اور وہاں اپنے ایک خدا کی عبادت کیا کرتے تھے۔جس میں آپ کو بہت لطف آتا تھا آخر کار چالیس سال کی عمر میں بانی اسلام کو نبوت کا درجہ عطا ہوا۔یعنی الہام کا چشمہ بانی اسلام کے دل سے پھوٹا اور نورِ خداوندی کا چمکارا چمکا۔بانی اسلام کا دل اس مبارک درجہ کو پہنچ گیا کہ خدا کی مرضی معلوم کرسکے اور آپ ﷺ کو یقین ہو گیا کہ بس خدا نے مجھ کو اسی مطلب کے لیے پیدا کیا ہے کہ میں دنیا سے ہر قسم کی جہالت کو دور کر کے نیکی اور تقویٰ لوگوں کے دلوں میں قائم کردوں''۔[21]

آنخضرت ﷺ کا سفر طائف سے واپسی پر مطعم بن عدی کی پناہ میں آنے اور س کی نگہبانی میں کعبہ کی

زیارت کرنے کے بعد کے حالات لکھتے ہوئے شردھے پرکاش دیور قمطراز ہیں:

''طواف کعبہ کر کے آنخضرت ﷺ گھر کو تشریف لے گئے؛ اور جب پھر وعظ کرنے نکلے تو لوگوں نے اس روز ان کے ساتھ مطعم کو بھی ایسی ایسی بیہودہ باتیں کیں کہ آنخضرت ﷺ کے اخلاق وہمدردی نے یہ گوارانہ کیا کہ وہ مطعم کی پناہ میں رہ کر اسے بھی مطعونِ خلائق کرائیں دوسرے روز انہوں باہر آکر پبلک میں باآواز بلند کر دیا کہ بھائیوں اب میں مطعم کی پناہ میں نہیں ہوں میری جائے پناہ میرا خدا ہے اس کی پناہ اور اس کی نگہبانی میرے لیے کافی ہے کوئی شخص میری وجہ سے مطعم کو نہ ستائے''۔[22]

اب سوامی لکشمن پرشاد کی عبارت ملاحظہ ہو:

''مطعم کے گھر میں پناہ گزین ہونے کے بعد آپ ﷺ آواز حق بلند کرتے رہے کفار کی سختیاں بڑھیں تو چنوں کے ساتھ گھن بھی پسنے لگا مطعم بھی کفار کی سختیوں کا ہدف بن گئے۔ رحمتہ اللعالمین خود سب رنج والم گوارا کر سکتے تھے۔ مگر اس بات کو وہ اپنی قابلِ رشک شرافت اور قابلِ تقلید اخلاق کے منافی سمجھتے تھے کہ مطعم بھی آپ ﷺ کی پناہ دینے کی وجہ سے کفار کے ظلم وستم کا نشانہ بنے۔ اس لیے جب دشمنانِ اسلام کی سختیاں بڑھ گئیں تو آپ ﷺ نے اعلان کر دیا کہ اب میں کسی شخص کی پناہ میں نہیں میں اپنے رب العزت کی پناہ میں ہوں لہٰذا مطعم کو میری وجہ سے کوئی تکلیف نہ دے۔''[23]

مندرجہ بالا مثالوں کے علاوہ بھی دیگر بہت سے واقعات میں مشابہت ومماثلت کی نشاندہی کی جاسکتی ہے مختصر یہ کہ ہندو اور سکھ سیرت نگار بنیادی مآخذ سیرت سننے سے بالکل نابلد ہیں اور ان کا سیرت نگاری میں تمام تر انحصار مستشرقین کی کتب سیرت ہیں اور متاخرین سیرت نگار متقدمین کی اندھادھند تقلید کرتے نظر آتے ہیں۔

برصغیر کے غیر مسلم سیرت نگاری کے معائب اور تاریخی غلطیاں آنخضرت ﷺ کے سیرت نگاروں کا سلسلہ بڑا طویل ہے قدیم بھی اور جدید بھی لیکن مثالی سیرت نگاروں کے نمونے کم ملتے ہیں۔[24]

مسلم اور غیر مسلم دونوں اس میں شامل ہیں حضور ﷺ کی حمایت میں قلم اٹھانے والے ہندو اور سکھ نگاروں نے اگرچہ بڑے خلوص دل اور نیت کی پاکیزگی کے ساتھ آپ ﷺ کی ذات پر قلم اٹھایا ہے۔ لیکن ثانوی ماخذ پر انحصار اور فن سیرت سے ناواقفیت کی بناء پر سیرت نگاری کا حق ادا نہیں کر سکے۔ جہاں ایک لحاظ سے یہ کتابیں عمدہ ہیں وہاں ان میں کچھ کمزوریاں بھی پائی جاتی ہیں۔ آئیندہ سطور میں کچھ ایسی کمزوریوں کا جائزہ لیا جائے گا۔

غیر مسلم کتب سیرت میں بیان کردہ روایات کی استنادی حیثیت:

آپ ﷺ کے ہندو اور سکھ سیرت نگار زیادہ سے زیادہ واقعات بیان کرنے کے مشتاق نظر آتے ہیں۔ لہٰذا اس سلسلہ میں پیش کردہ بعض روایات ایسی ہیں جن کا امہات کتب سیرت میں کوئی ذکر نہیں۔ مغربی مصنفین سے استفادہ اور بنیادی ماخذ سے لاعلمی کا نتیجہ ہے کہ ان سیرت نگاروں کی کتب میں رطب یابس ہر قسم کی روایات شامل ہو گئی ہیں۔ اس کے کچھ بیانات ایسے ہیں۔ جو ان سیرت نگاروں کی ذاتی رائے اور فہم کا نتیجہ ہیں۔ ذیل میں کچھ ایسی روایات کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو ان کتب سیرت میں پائی جاتی ہیں اور قابل مواخذہ ہیں:

مثال نمبر ۱

حرم پر ابرھہ کی لشکر کشی کو بیان کرتے ہوئے رامیش راؤ مور لکھتا ہے کہ قریش اس وقت پہاڑیوں پر چڑھ گئے اور ان کو یقین تھا کہ خانہ کعبہ کے بت اس کی حفاظت کریں گے۔[25] جبکہ اصل سورت حال یہ ہے کہ عبدالمطلب اور ان کے ساتھی اگر چہ قریبی پہاڑیوں پر چڑھ گئے تھے لیکن ان کو خدا کی ذات پر یقین تھا کہ وہ خود اپنے گھر کی حفاظت کریں گا اس موقع پر عبدالمطلب نے خدا سے دعا بھی کی کہ جس طرح انسان اپنے سامان کی حفاظت کرتا ہے اسی طرح تو اپنے متاع وسامان کعبے کی حفاظت فرما۔ابن سعد نے طبقات میں وہ اشعار بھی نقل کیے ہیں۔[26]

آپ ﷺ کی پیدائش کے متعلق رامیش راؤ لکھتا ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش کی خبر سن کر عبدالمطلب بہت خوش ہوئے اور آپ ﷺ کو اٹھا کر کعبہ لے گئے اور بتوں کا شکر یہ ادا کیا[27] لیکن صحیح روایات کے مطابق عبدالمطلب نے خانہ کعبہ میں جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس کا شکر یہ ادا کیا۔[28]

مثال نمبر ۲

پنڈت سند ر لال آپ ﷺ کی رضاعت کے متعلق ایک عجیب بات لکھتے ہیں کہ آمنہ اتنی دکھی اور بیمار تھیں کہ وہ سات دن سے زیادہ بچے کو دودھ نہ پلا سکیں[29] جبکہ اصل بات یہ ہے کہ عرب کے باشندوں کا دستور تھا کہ وہ اپنے بچوں شہر ی مزاج سے دور رکھنے کے لیے دودھ پلانے والی بدوی عورتوں کے حوالے کر دیتے تھے۔ تاکہ ان کے جسم طاقتور اور اعصاب مضبوط ہوں اور اپنے گھوارے ہی سے خالص اور ٹھوس زبان سیکھ لیں اسی دستور کے مطابق آپ ﷺ کو دایہ کے سپر د کیا گیا۔[30]

مثال نمبر ۳

شر دھے پر کاش دیو کا خیال ہے کہ حضور ﷺ آٹھ برس کی عمر میں غارِ حرا جایا کرتے تھے[31] حالانکہ کتب سیرت میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے ۳۵ سال کی عمر کے بعد حرا میں خلوت گزینی اختیار کی۔[32]

مثال نمبر ۴

ڈاکٹر تارا چند لوٗ کہتے ہیں کہ حضرت محمد نے تعلیم راہبوں سے حاصل کی یہ بات روزِروشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی تعلیم کا منبع وماٰخذ الہٰی تھا اصل میں مستشرقین نے سفر شام میں نبی کریم ﷺ کی بحیرہ راہب سے ملاقات کو بہت اچھا لا ہے اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ بحیرہ راہب سے آپ ﷺ نے تعلیم حاصل کی [33] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مستشرقین سے متاثر ہو کر ڈاکٹر تارا چند نے ایسا لکھا ہے۔[34]

مثال نمبر ۵

اولین وحی کے سلسلے میں شر سھے پر کاش دیو لکھتے ہیں کہ بعض مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ فرشتہ کوئی نہیں آیا صرف ان کے دل میں ہی یہ القا ہوا تھا اور خود بخود ان کی زبان سے (سورۂ علق) کی پانچ آیتیں نکلی تھیں حالانکہ سبھی مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس موقع پر حضرت جبرئیل نے آنحضرت ﷺ کو یہ آیات پڑھائی تھیں۔

مثال نمبر۶

پہلی وحی کے نزول کے بعد آنحضرت ﷺ کی اضطرابی حالت کو بیان کرتے ہوئے سند رلال نے آپ ﷺ کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔"خدیجہؓ مجھے کیا ہو گیا ہے میں پاگل تو نہیں ہو گیا"[35]

یہ الفاظ صریحاً غلط ہیں نجانے سندرلال نے یہ کہاں سے نقل کیے ہیں اصل الفاظ یہ ہیں جو حضرت خدیجہؓ سے بخاری شریف میں مروی ہیں۔آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا:

(لقدخشیت علی نفسی)[36]"مجھے اپنے جان کا ڈر ہے۔"مستشرقین میں سے واشنگٹن اروِنگ نے اپنی کتاب "ماہومت اینڈ ہز سکسیسرز" مطبوعہ (۱۸۵۹)میں اسموضوع پر بڑی تفصیل سے لکھا ہے اور اس کا خیال ہے بحیرہ راہب نے آپ ﷺ کو قدیم مذاہب کے بارے میں مفصل معلومات بھی فراہم کیں۔

مثال نمبر۷

قبول اسلام کے وقت حضرت علیؓ کے عمر پروفیسر جی ایس دارا کے نزدیک سولہ سال ہے[37]جبکہ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق حضرت علیؓ اس وقت دس سال تھے۔[38]جبکہ "زادالمعاد"میں بھی دس سال کی روایات مذکور ہیں۔[39]

مثال نمبر۸

شعب ابی طالب میں محصور ہونے کے متعلق پنڈت سند رلال کا موقوف ہے کہ ابو طالب اور بنی ہاشم خاندان کے دوسرے لوگوں نے خود شعب ابی طالب میں جانے کا فیصلہ کیا تھا۔[40]جبکہ کتبِ سیرت کے مطابق جب قریش نے مسلمانوں کا معاشرتی مقاطعہ کر دیا تو بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے سارے افراد خواہ مسلمان رہے ہوں یا کافر سمیت کر شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے۔[41]

مثال نمبر۹

سفر طائف سے واپسی پر آپ ﷺ نے مطعم کی پناہ حاصل کی اور مکہ میں داخل ہوئے یہ روایت تو ملتی ہے لیکن یہ کہی بھی مذکور نہیں کہ آپ ﷺ اگلے روز ہی اس پناہ سے نکل گئے اور آپ ﷺ نے حرم میں جاکر اعلان کر دیا کہ اب میں مطعم کی پناہ میں نہیں ہوں۔لہٰذا کوئی میری وجہ سے مطعم کو نہ ستائے لیکن شردھے پر کاش دیو، سوامی لکشمن،پروفیسر جی ایس دارااور گوبندرام سیٹھی سب نے یہ روایتاپنے طرف سے بنایا ہے ۔[42]

مثال نمبر۱۰

شردھے پر کاش دیو کے مطابق آنخضرت ﷺ ہجرت کے موقع پر مکان کی پچھلی طرف سے کود کر ابو بکر صدیقؓ گئے[43]اس روایت کی کوئی حیثیت نہیں اور نہ ہی ایسی کوئی روایت کتبِ سیرت میں ملتی ہے۔ ہجرت کے متعلق تمام روایات میں واضح طور پر یہ چیز ملتی ہے کہ آپ ﷺ اپنے گھر کے دروازے میں سے قریش کی آنکھوں کے سامنے گئے اور کسی کو کچھ پتہ نہ چل سکا۔[44]

مثال نمبر۱۱

رامیش راؤ کا خیال ہے کہ اہل مکہ آپ ﷺ کی ہجرت پر بہت خوش تھے۔[45]یہ بیان خوش فہمی کے سوا کچھ نہیں کیونکہ قریش آپ ﷺ کی ہجرت سے بہت غصے میں آئے ۔وہ نہ صرف آپ ﷺ کی تلاش میں

اطراف مکہ گئے بلکہ انہوں نے آپ ﷺ کی گرفتاری پر انعام واکرام بھی رکھا۔[46]

مثال نمبر ۱۲

دیوان چند شرما اپنی کتاب "دی پروفیشنز آف دی ایسٹ" میں لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے انصار کو حکم دیا تھا کہ وہ ایک ایک مہاجر کو اپنے ساتھ لے جائیں اور اپنی آدھی جائیداد اس کو دے دیں۔[47] کتبِ سیرت وتاریخ میں یہ تو ملتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مہاجر کو ایک انصار کا بھائی بنادیا اور اس کی کفالت کی ذمہ داری بھی انصار پر ڈال دی لیکن آپ ﷺ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا جس سے یہ ثابت ہو کہ انصار مہاجرین کے ساتھ اپنی جائیداد تقسیم کریں اگرچہ انصار نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسا کرنا چاہا لیکن مہاجرین نے گوارا نہ کیا۔

مثال نمبر ۱۳

غزوہ احد کے لشکر سے عبداللہ بن ابی نے خود بہانہ بنا کر واپسی اختیار کی تھی کہ مدینہ میں رہ کر جنگ لڑنے کے بارے میں اس کی رائے نہیں مانی گئی اور اس کی رائے پر بچوں اور کم عقل لوگوں کی رائے کو فوقیت دی گئی ہے۔[48]

مثال نمبر ۱۴

اسلامی لشکر سے علیحدہ ہونے والے عبداللہ بن ابی اور اس کے تین سو ساتھیوں کو شردھے پرکاش نے یہودی قرار دیا ہے جبکہ وہ مسلمان تھے لیکن ان کی کرتوتوں کی وجہ سے ان کو منافقین کہا جاتا ہے۔[49]

مثال نمبر ۱۵

مقتولین بنوقریظہ کی تعداد میں خود مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہے ارباب سیر نے ۶۰۰ سے ۷۰۰ سو کے درمیان لکھی ہے۔[50] لیکن شردھے پرکاش کی بیان کردہ تعداد (۲۵۰) کہیں مذکور نہیں۔[51]

مثال نمبر ۱۶

صلح نامہ حدیبیہ کی شرائط کے مطابق مکہ سے بھاگ کر مدینہ آنے والے مسلمانوں یا کافروں کو واپس کرنا ضروری تھا اس لیے جب ایک آدمی بھاگ کر مدینہ آیا تو آپ ﷺ نے اسے واپس کردیا اس کا نام عتبہ بن اسید (ابوبصیر) تھا۔[52] ستیار تھی شام لال نے اس کا نام ابوبکر لکھا ہے جو بالکل غلط ہے۔[53]

مثال نمبر ۱۷

حضور ﷺ کی شادیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے پنڈت سندر لال لکھتے ہیں کہ حضرت صفیہؓ یہودی تھیں اور حضور ﷺ سے شادی کے بعد بھی آخیر تک اپنے مذہب پر چلتی رہیں۔[54] جبکہ اصل صورتِ حال یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت صفیہؓ سے شادی کرنے سے پہلے ان پر اسلام پیش کیا جسے انہوں نے قبول کرلیا تھا۔اس کے بعد آپ ﷺ نے ان سے شادی کی۔[55]

مثال نمبر ۱۸

فتح مکہ کے موقع پر ابوسفیان نے اسلام قبول کیا اور جب وہ واپس مکہ آیا تو شردھے پرکاش دیو اور جی ایس دارا کی روایات کے مطابق اس کی بیوی ہند نے اس کو جوتیوں سے پیٹا[56] روایات میں یہ ملتا ہے کہ اس کی بیوی نے اسے برا بھلا کہا لیکن اس قسم کی کوئی روایت نہیں ملتی کہ ابوسفیان کو جوتیوں سے پیٹا گیا ہو۔ علاوہ ازیں ابوسفیان کی بیوی کا نام "ہندہ" لکھا گیا ہے جو کہ غلط ہے اس کا صحیح نام "ہند" تھا۔یہ غلطی مسلم سیرت نگاروں کے ہاں بھی ملتی ہے۔بی کا ے نارائن نے ہند کو اگرچہ ہند ہی لکھا

ہے لیکن کہیں اسے ابو سفیان کی بیوی اور کہیں بیٹی قرار دیا ہے۔ دو مقامات ایسے ہیں جہاں ہند کو جو ابوسفیان کی بیٹی لکھا ہے [57] حالانکہ یہ حقیقت سب جانتے ہیں کہ ہند ابوسفیان کی بیوی تھی مصنف نے خود بھی بعض جگہوں پر ایسا ہی لکھا ہے۔ نام کے حوالے سے ایک اور غلطی جس کا وجود بعض مسلم سیرت نگاروں کے ہاں بھی ملتا ہے وہ ابو لہب کی لونڈی توبیہ کا نام ہے جس نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔[58] بعض ہندو سکھ حضرات نے بھی اس کو تیبہ لکھا ہے حالانکہ درست نام ثوبیہ ہے۔

مثال نمبر۱۹

آنحضرت ﷺ کی نمازِ جنازہ کے سلسلے میں پنڈت سند رلال کا کہنا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔[59] حالانکہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ آپ ﷺ کی نمازِ جنازہ کسی نے نہیں پڑھائی بلکہ لوگوں نے فرداً فرداً ادا کی۔[60]

مثال نمبر۲۰

ختم نبوت مسلمانوں کا مسلمہ عقیدہ ہے اس عقیدے کے متعلق امر سنگھ نے اپنی کتاب ''تکذیب قادیانی '' میں حضرت عائشہؓ سے ایک روایت بیان کی ہے روایت کچھ یوں ہے: قولوا انه خاتم النبين ولاقولوا انه لانبی بعده۔[61] ''یہ کہو کہ ہو (حضور ﷺ) خاتم النبین ہیں یہ نہ کہو کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں''۔

مندرجہ بالا روایت کا شمار ضعیف ترین روایات میں ہوتا ہے اس حدیث کو کسی معتبر کتاب حدیث میں کسی قابل ذکر محدث نے نقل نہیں کیا البتہ تفسیر کی ایک کتاب الدر منثور[62] اور لغت حدیث کی ایک کتاب تکملہ مجمع البحار سے اس کو نقل کیا جاتا ہے اس کی سند کا بھی کچھ پتہ نہیں۔[63]

مثال نمبر۲۱

پنڈت سندر لال لکھتے ہیں کہ محمد ﷺ صاحب نے اپنی زندگی بھر کبھی کوئی کرامت، معجزہ یا چمتکار دکھایا اور نہ دکھا سکنے کا دعویٰ کیا۔[64] جہاں تک دوسرے حصے کا تعلق ہے تو یہ بات درست ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی ایسا دعویٰ نہیں کیا لیکن پہلی بات محلِ نظر ہے کیونکہ آپ ﷺ کی ذات سے بہت سے معجزات صادر ہوئے جن کا ذکر کتبِ سیرت اور کتبِ احادیث میں ملتا ہے۔

مثال نمبر۲۲

شام لال کے مطابق خدیجہؓ س سے شادی کے بعد محمد ﷺ کے حالاتِ زندگی کسی کو معلوم نہیں [65] یہ ایک ایسا جھوٹ ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں کیونکہ ادیانِ عالم کے پیغمبروں میں اگر کسی کے حالات سب سے زیادہ واضح اور تفصیل کے ساتھ ملتے ہیں تو وہ آنحضرت ﷺ کی شخصیت ہے اس امر کا اعتراف مستشرقین بھی کرتے ہیں اور اس حوالے سے آپ ﷺ کو بلند تر قرار دیتے ہیں۔

مثال نمبر۲۳

اسی مصنف کا دعویٰ ہے کہ ''نبوت اور رسالت کا خیال یا دعویٰ ایک ایسا خیال ہے جسے تمام دنیا نے کبھی تسلیم نہیں کیا''[66] شام لال کے اس بیان پر سوائے اس کی عقل پر ماتم کرنے کے اور کیا کیا جاسکتا ہے کیونکہ نبوت اور رسالت کو تسلیم کرنے والے ہر دور میں موجود رہے ہیں اور آج بھی دنیا کی بیشتر آبادی اس پر ایمان رکھتی ہے۔

مندرجہ بالاروایات وبیانات سے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کے ہندو اور سکھ سیرت نگاروں کی کتابوں میں اپنی تمام ترخوبیوں کے باوجود چند چیزیں ہیں جو مسلمانوں کی روایات کے مطابق نہیں رکھتیں لہٰذا اس قسم کی رویات کی نشاندہی ضروری ہے۔

یہ کتابیں وحدت ادیان کے تصور کے تحت لکھی گئی ہے۔ بین السطور مذاہب کا تقابلی مطالعہ :وحدت ادیان کے تصور کے تحت یہ کتابیں لکھی گئی ہے۔

ہند اور سکھ سیرت نگاروں کی بعض کتب میں مذاہب کے تقابلی مطالعہ کی جھلک نظر آتی ہے بعض لوگوں نے تو اپنے دیباچہ میں اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے وحدتِ ادیان کے تصور کے تحت یہ کتابیں لکھی ہیں۔ پھر ہندو اور سکھ سیرت نگاروں نے حضرت محمد ﷺ کا تقابل اپنی مذہبی شخصیات سے کرنے کی کوشش کی ہے۔ مذہبی کتب کی تعلیمات کا تقابل بھی کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ وہ آپ ﷺ کی شخصیت کے کسی خاص پہلو کو سامنے رکھ کر بھی اپنے مذہب کی تعلیمات سے موازنہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ رائے بہادر نے آپ ﷺ کی رحم وشفقت کی خصلت کا جینی مذہب کی تعلیمات کے ساتھ موازنہ کیا[67] علاوہ ازیں شعائرِ اسلام اور ارکان اسلام کے لیے ہندی الفاظ اور اسلامی الفاظ کا تقابل بھی ملتا ہے[68] پنڈت سند رلال نے حضرت محمد ﷺ کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب دھرم (مذاہب) ایک ہیں اور سب سچے ہیں۔[69] ایسا بیان مصنف کی اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کی تعلیمات سے ناواقیفیت کا آئینہ دار ہے۔

ہندی اور فارسی الفاظ کی بھرمار:

کتب سیرت میں سے بیشتر اُردو زبان میں لکھی گئی ہیں لیکن بعض اُردو کتب میں فارسی اور ہندی الفاظ کا استعمال بہت زیادہ کیا گیا ہے جو اُردو خواں طبقہ پر شاق گزرتا ہے۔ جس دور میں یہ کتابیں لکھی گئیں اس دور میں فارسی کا استعمال قدرے عام تھا اور ہندی تو پھر ہندوؤں کی زبان تھی شاید اس لیے ایسے الفاظ کی کثرت ہے لیکن ایسے الفاظ کا ضرورت سے زیادہ استعمال کتاب کو مختلف زبانوں کا ملغوبہ بنا دیتا ہے۔ ہندی الفاظ کی کثرت کے حوالے سے ایک پیر گراف نیچے دیا جارہا ہے۔ عرب معاشرے کی حالت دیکھ کر آنحضرت ﷺ کا دل تھا۔ آپ ﷺ کی اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے پرفیسر جی ایس دار لکھتے ہیں:

"یہ خیالات ایسے دامنگیر ہوئے کہ آپ ﷺ کی طبعیت بارہا یہی حجت پیدا کرتی کہ کون ہے فرمانروائے عالم اور کہاں ہے اس جھگت کا پرت پالن؟ یہاں راج ہے تو کام کرودھ کا یہاں ڈنکہ بجے ہے تو لوبھ موہ ہنکار کا یہ کیار چنارچی ہے آخر یہ کیا کھیل ہے کرتار کا"۔[70]

پنڈت گیا نیندر صاحب "حضرت محمد ﷺ کا آدرش (اسوۂ حسنہ)" کے تحت عرب معاشرے میں آپ ﷺ کی آمد کے متعلق لکھتے ہیں:

"اب آؤ! اس ادھیان دیں کہ عرب میں کوئی ایسی جہاں آتما دھرم کی سکشادینے والی سبھتا اور کرونا کا پاکاش کرانے والی ادہرم اور اتیاچار کا ناش کرانے والی دہرم مارگ کی اور لوگوں کو پریرت کرنے والی جہنمی ہے یا نہیں اتھوا جنم ہوا تو وہ کون ہے عرب کا اتہاس دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اب سے تیرہ صدیاں پہلے ایسا اندھکار چھایا ہوا تھا اور اتنا زیادہ اتیار چار بڑھا ہوا تھا جس کا کوئی انت اور نہیں بتایا جاسکتا"۔[71]

ذاتی قیاس اور رائے :

بعض سیرت نگاروں نے اپنی ذاتی رائے اور قیاس کو بھی ان کتبِ سیرت میں جگہ دی ہے جس کی متعدد مثالیں اوپر بیان کردہ روایات کے ضمن میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

پیغمبر اسلام کو محض ایک مصلح سمجھنا :

بیشتر سیرت نگاروں نے پیغمبرِ اسلام حضرت محمد ﷺ کی زندگی کا مطالعہ ایک پیغمبر اور رسول کی حثیت سے زیادہ ایک رہنما اور معاشرتی مصلح کے طور پر کیا ہے جو ایک خاص علاقے میں خاص حالات کے پیش نظر آتا ہے اور معاشرتی اصلاحات کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں اپنے لیے جگہ بناتا ہے۔ آپ ﷺ کی پیغمبرانہ شان اور نبی ہونے کی حثیت سے عظمت اور جلالت کا اظہار بہت کم ملتا ہے۔

قصہ گوئی اور افسانہ نگاری :

آپ ﷺ کے ہندو اور سکھ سیر نگاروں میں سے چند ایسے ہیں جن کا اسلوب دلکش اور انداز دل کو موہ لینے والا ہے جبکہ اکثریت ایسی ہے جنہوں نے قصہ گوئی کی طرز پر آپ ﷺ کے حالاتِ زندگی پیدائیش سے لے کر وصال تک ایک کہانی کی صورت میں پیش کیے ہیں۔ سوامی لکشمن پرشاد، پروفیسر جی ایس دارا، بی کے نارائن اور بابو کنج لال اپنے اسلوب اور منفرد انداز کی بدولت اس معاملے میں دوسرے سیرت نگاروں پر فوقیت رکھتے ہیں۔

والہانہ انداز عقیدت و محبت کا اظہار :

ہندوؤں اور سکھوں کی بعض تحریریں ایسے والہانہ انداز میں لکھی گئی ہیں کہ ان پر کسی مسلمان کی تحریر ہونے کا گمان گزرتا ہے کیونکہ ان میں جس قدر عقیدت و محبت کا اظہار ہے اس کی توقع کسی غیر مذہب والے سے کم ہی ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں شاعروں اور نثر نگاروں دونوں کی مثالیں ملتی ہیں۔ بعض لوگوں نے آپ ﷺ کے لیے ایسے القابات استعمال کیے ہیں جن کی توفیق اکثر مسلمانوں کو بھی کم ہی ہوتی ہے۔ ہندوؤں اور سکھوں کی ایسی تحریروں پر رشک آتا ہے مثلاً سوامی لکشمن پرشاد کو لیجئے ۔وہ آنحضرت ﷺ کے اسم گرامی کے ساتھ تقریباً ہر جگہ "ﷺ" لکھتا ہے اور بعض جگہوں پر "فداہ اِبی واِمی" وغیرہ کے الفاظ استعمال کرتا ہے نمونہ ملاحظہ ہو۔ :

"فخر موجودات، سردار کائنات حضرت محمد ﷺ واحمد مجتبٰی علیہ الصلوۃ والسلام (فداہ اِ بی واِمی) اسی قسم کی نادر روزگار ہستیوں میں ایک امتیازی شان رکھتے تھے جن کی دور بین نگاہیں فصل بہار کے پردہ رنگ وبو میں بھی خزاں کی تاخت وتاراج کا حسرت انگیز منظر دیکھ لیتی ہیں۔ [72]

حضور ﷺ کی منظوم سوانح حیات کے خالق امر ناتھ سیڈھا شوق کا والہانہ انداز دیکھئے :

تجھے گر نہ پکاروں تو پکاروں کس کو اے ہادی سوائے تیرے میرے ہندو کو دے کون آزادی ہے تو منبع رحمت اور تو دافع زحمت ہے ہے تو ہی باعثِ عزت تو ہی شافع اُمت ہے [73]جس طرح مسلمانوں کی تحریروں اور اشعاروں میں آپ ﷺ کے دیدار کی حسرت اور مدینہ النبی ﷺ کی زیارت کی تڑپائی جاتی ہے۔ اسی طرح اس حسرت اور تڑپ کا اظہار ان لوگوں نے بھی کیا ہے منشی پیارےلال رونق کی ایک نعت کے چند شعر ملاحظہ ہوں :

رہتا ہے مری آنکھوں میں کونین کا جلوہ

بخشا ہے مجھے نور وہ دیدار نبی ﷺ نے
یثرب مجھے جلدی سے بلا لیجئے شاہا
کر رکھا ہے بے چین زیارت طلبی نے
فریاد کہ مل جاؤں شہیدوں میں الٰہی
مارا ہے مجھے عشقِ رسول عربی ﷺ نے
صد شکر کہ رونق مری اُمید بر آئی
بلوا لیا روضہ پہ مجھے آج نبی ﷺ نے[74]

برصغیر کے ہندو اور سکھ اہل قلم جنہوں نے سیرت طیبہ پر قلم اٹھایا۔ اور مختلف اسالیب میں کتابیں لکھیں۔ ان میں استنسادی حیثیت تحقیقی اور تاریخی مصائب کے باوجود ان کے اس جذبے کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔ ان کی سیرت نگاری میں دلچسپی مسلمانوں کے لئے قابل تقلید نمونہ ہے اور یہ اس بات کی بین شہادت ہے کہ سرور کائنات کی سیرت اقدس میں اتنی کشش تھی جس نے غیر مسلموں کو اپنی طرف متوجہ کیا اور غیر مسلم ہو کر بھی آپ ﷺ کے ساتھ والہانہ عقیدت و محبت کا اظہار بھی کیا۔ اور قابل ذکر تعداد نے منصفانہ اور عادلانہ نقطہ نظر اختیار کرتے ہوئے آپ ﷺ کی ذات اقدس پر ہونے والے بلادلیل الزامات کا جواب بھی دیا۔ انسانی عظمت و حرمت، عدل وانصاف بے لاگ اور مساوات انسانی جیسے انسانی آفاقی اقدار پر یقین رکھنے والے ہندوؤں اور سکھ اہل قلم نے آپ ﷺ کی ذات اور تعلیمات کو بطور نمونہ انسانیت پیش کیا۔ اور تمام انسانیت بالخصوص اہل ایمان سے داد و تحسین کا استحقاق حاصل کیا۔

This work is licensed under a
Creative Commons Attribution 4.0 International Licence.

حوالہ جات (References)

[1] لکشمن پرشاد، آفتاب حقانیت المعروف عرب کا چاند، ص۵۶

[2] سندر لال، حضرت ﷺ اور اسلام، ص۱۸۵

[3] ایضاً: ص۱۸۷

[4] دارا، رسول عربی، ص۳۲-۵۶

[5] پریتم سنگھ، ہمارے مربی، ص۱۰۰-۱۰۸

[6] سندر لال، حضرت محمد اور اسلام، ص۲۰۰-۲۱۱

[7] کوشل، پیامِ محبت، ص۱۲۶تا۱۳۰

[8] شردھے پرکاش دیو، حضرت محمد ﷺ صاحب بانی اسلام، ص۱۷-۲۱

[9]رائے بہادر، رائے بہادر کی نعت، ص ۱۳

[10]شر دھے پر کاش دیو، حضرت محمد ﷺ صاحب بانی اسلام، ص ۲۵

[11]شام لال، دنیا کے نو مذہبی ریفارمر، ص ۱۸۹

[12]رائے بہادر، رائے بہادر کی نعت، ص ۵

[13]لکشمن پرشاد، آفتاب حقانیت المعروف عرب کا چاند، ص ۹۲۔۱۰۷

[14]وردزورتھ (۱۷۷۰۔۱۸۵۰ء) انگریز شاعر تھا انقلاب فرانس کی حمایت میں نظمیں لکھیں۔ ۱۸۴۳ء میں اس ملک الشعراء کا خطاب دیا گیا ۔ شخصیات کا انسائیکوپیڈیا، ص ۶۹۰

[15]محمد علی لاہوری (۱۸۷۴۔۱۹۵۱ء) احمدیوں (قادیانیوں) کے لاہوری گروپ کے بانی تھے ان کا انگریزی ترجمہ قرآن بہت مشہور ہے۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص ۱۴۳۰

[16]انور محمود خالد، اُردو نثر میں سیرتِ رسول، ص ۴۸۳

[17]شر دھے پر کاش دیو، حضرت محمد ﷺ صاحب بانی اسلام، ص ۱۷

[18]سیٹھی، چار مینار: ص ۱۱۹

[19]شر دھے پر کاش دیو، حضرت محمد ﷺ صاحب بانی اسلام، ص ۶۶

[20]دارا، رسول عربی ﷺ، ص ۱۱۸

[21]شر دھے پر کاش دیو، حضرت محمد ﷺ صاحب بانی اسلام، ص ۲۸

[22]دنیا کا ہادی اعظم غیروں کی نظر میں، ص ۴۰

[23]لکشمن پرشاد، آفتاب حقانیت المعروف عرب کا چاند، ص ۱۶۳

[24]سید عبداللہ، فنِ سیرت نگاری پر ایک نظر، فکر و نظر (اسلام آباد) جلد ۱۳، شمارہ ۱۰، ص ۸۲۵

[25] .waquar anwar. Dr."Borrowed Misunderstandings"op cit.,p-28

[26]ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۹۲

[27] .Waquar Anwar.Dr."Borrowed Misunderstandings"op.cit,p-28

[28]ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۱۰۳/ ابن کثیر، البدایہ والنھایہ، ج ۲، ص ۲۶۴

[29]سندر لال، حضرت محمد ﷺ اور اسلام، ص ۳۲

[30]شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، ج ۱، ص ۱۱۵

[31]شر دھے پر کاش دیو، حضرت محمد ﷺ صاحب بانی اسلام، ص ۲۰

[32] Muhammad Hamiduallah, Muhammad Rasulullah, Orient paper and publishers Lahore.(completed in Istanbol 1392)p-17-9

[33] Tara Chand, Influence of Islam on Indian Culture p.5

[34]شر دھے پر کاش دیو، حضرت محمد ﷺ صاحب بانی اسلام۔ ص ۲۹

35سندر لال، حضرت محمد اور اسلام۔ ص ۱۵۳

36امام بخاری، صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ۔ ص ا۔ حدیث نمبر ۳

37دارا، رسول عربی، ص ۹

38ابنِ اسحاق، سیرۃ ابن اسحاق، مترجم، نور الہی، نقوش رسول نمبر۔ ادارۂ فروغ اُردو لاہور، ج ۱۱، ص ۱۴۰

39ابن قیم، ابو عبداللہ الجوزی، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، مصطفیٰ البابی والحلبی بمصر، ج ۲، ص ۴۳

40ابنِ کثیر، ابوالفدا اسماعیل، السیرۃ النبویۃ، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان، ج ا، ص ۴۳۰/ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ۔ ۲۶/۳

41سندر لال، حضرت محمد ﷺ اور اسلام۔ ۶۹

42ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ا۔ ۲/ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ/ ۱-۲۰۹-۲۰۸

43شر دھے پر کاش دیو، حضرت محمد ﷺ صاحب بانی اسلام۔ ص ۵۰۔/ لکشمن پر شاد، آفتابِ حقانیت المعروف عرب کا چاند۔ س ۱۶۳/ دارا، رسول عربی۔ ص ۸۳/ سیٹھی، چار مینار۔ ص ۱۴۳

44شر دھے پر کاش دیو، حضرت محمد ﷺ صاحب بانی اسلام۔ ص ۵۸

45الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الطبری، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، دار المعارف بمصر۔ ۱۹۶۱۔ ۳/۲۷۳

46ابن سعد، الطبقات الکبریٰ۔ ۳/ ۱۸۵/ الطبری۔ ۳/۲۷۹/ ابن اثیر، محمد بن محمد، الکامل فی التاریخ ۱۰۵/۲

47 DiwanChan,;The Prophets of the East, p-125

48 Waquar Anwar.Dr."Borrowed Misunderstandings" op. cit,p-30

49ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۲، ص ۳۹/ البیہقی، محمد بن حسین، دلائل النوۃ، ج ۳، ص ۲۰۹-۲۰۸ / شر دھے پر کاش دیو، حضرت محمد صاحب بانی اسلام۔ ص ۴۷

50الطبری، تاریخ الطبری، ج ۲، ص ۵۸۸/ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۲، ص ۷۵/ ابن حزم، جوامع السیرۃ، ص ۱۹۵/ المواہب اللدنیہ، ج ا، ص ۴۶۷

51شر دھے پر کاش دیو، حضرت محمد ﷺ صاحب بانی اسلام، ص ۲۹

52ابن ہشام، السیرۃ النبویہ ج ۴، ص ۳۲۳/ ابن قیم، زاد المعاد، ج ۲، ص ۱۳۰/ الطبری، تاریخ الطبری ج ۲، ص ۶۳۸

53ستیار تھی، شام لال، دنیا کے نو مذہبی ریفارمر۔ ص ۱۸۶۔

54سندر لال، حضرت محمد ﷺ اور اسلام۔ ص ۱۷۱

55الطبری، تاریخ الطبری۔ ۱۶۶/۳

56شر دھے پر کاش دیو، حضرت محمد ﷺ صاحب بانی اسلام۔ ص ۱۱۶/ دارا، رسول عربی۔ ۱۵۴-۱۵۵

57 Narayan .Muhammad The Prophet of Islam .p-79-119.

58جنڈ ہوک، حیات محمد ﷺ۔ ص ۱۲

59سندر لال، حضرت محمد ﷺ اور اسلام۔ ۱۸۲

60ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ۲/۲۸۸/ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ۔ ج ۳۔ ۴۔ ص ۶۶۳/ الحلبی، علی بن برہان الدین، سیرۃ الحلبیہ، ۳/۳۹۴

[61]امر سنگھ، تکذیب قادیانی، ص۲

[62]السیوطی، عبدالرحمٰن بن الکمال جلال الدین، الدر المنثور فی التفسیر الماثور، دار الفکر بیروت، ج۶، ص۶۱۸

[63]مودودی، ابوالاعلی، تفہیم القرآن، ج۴، ص۱۴۴

[64]سندر لال، حضرت محمد ﷺ اور اسلام، ص۶۵

[65]ستیار تھی، شام لال، دنیا کے نو مذہبی ریفارمر، ص۱۷۵

[66]ایضاً: ص۱۷۲

[67]رائے بہادر، رائے بہادر کی نعت۔ ص۶

[68]دید پرکاش، بعث نبوی کی پیشگوئیاں، ص۶۴۔۶۵

[69]سندر لال، حضرت محمد ﷺ اور اسلام، ص۱۹۳

[70]دارا، رسول عربی ﷺ، ص۵۱

[71]دنیا کا ہادی اعظم غیروں کی نظر میں، ص۵۴

[72]لکشمن پرشاد، آفتابِ حقانیت المعروف عرب کا چاند، ص۴۳۰

[73]شوق، مدنی موہن عرف پیغمبرِ اسلام، ص۴

[74]محمد ثانی، تجلیات سیرۃ النبی ﷺ، ص۳۷۷۔۳۷۸